فتاوی کا تاریخی پس منظر

علامہ مختار احمد ندیم

استفتاء اور افتاء کا سلسلہ عہد رسالت ﷺ سے شروع ہوتا ہے جس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ فتاوی کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے۔جتنی دین اسلام کی' فتاوی کے طریقے بدلتے رہے اور تدوین کے طریقے بھی مختلف ادوار میں مختلف رہے ہیں۔عہد رسالت اور عہد صحابہ میں فتاوی کا اکثر وبیشتر سلسلہ زبانی طور ہی پر چلتا رہا جس طرح دیگر علوم وفنون سینہ بہ سینہ قوت حافظہ کی بنیاد پر آگے بڑھتے رہے اور زبانی روایات کا وسیع سلسلہ اس علمی ترقی کی بنیاد بنا۔

چونکہ افتاء کا تعلق براہ راست علم فقہ سے ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مختلف ادوار کا بالاختصار تذکرہ کر دیا جائے۔علامہ محمد الخضری نے فقہ اسلامی کو درج ذیل چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) فقہ بعہد رسالت مآب ﷺ

(۲) فقہ بعہد صحابہ کبار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

(۳) فقہ بعہد صغار وتابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ۔یہ عہد پہلی صدی ہجری کے کچھ دیر بعد ختم ہوتا ہے۔

(۴) عہد تابعین وہ عہد جب فقہ نے مستقل علم کی شکل اختیار کی' یہ دور دوسری صدی ہجری کے آغاز سے لے کر تیسری صدی کے آخر تک چلتا ہے۔

(۵) عہد ائمہ فقہاء وہ عہد جس میں ائمہ فقہاء کے مابین مسائل فقہیہ پر بحثیں ہوئیں اور نہایت کثرت سے فقہی مسائل پیدا ہوئے۔یہ دور خلافت عباسیہ کے زوال اور تاتاریوں کی غارت گری کے کچھ دنوں بعد ختم ہو جاتا ہے۔

(۶) فقہ بعہد زمانہ تقلید یہ دور زوال بغداد کے بعد شروع ہوا اور آج تک قائم ہے۔(۱)

ا۔عہد رسالت علیہ وسلم صلی اللہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلا فتوی کس نے کس امر سے متعلق دریافت کیا؟اس کے متعلق تو کچھ کہنا مشکل ہے۔لیکن اس عہد میں عمومی طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔فتوی طلب کرنے کے حوالہ سے کتب حدیث وسیرت میں بکثرت مثالیں نظر آتی ہیں۔پوچھنے والوں میں بلاامتیاز مرد وزن شامل ہیں۔کہیں ہمیں ''باب مدینۃ العلم'' حضرت علیؓ اس صف میں نظر آتے ہیں اور کہیں ان پڑھ اور کم علم بوڑھی خواتین بھی نظر آتی ہیں۔

فتوی بذریعہ مراست بھی طلب کیا جاتا رہا کی ایک گورنروں نے تحریری مراسلات کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے افتاء طلب کئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو تحریری جوابات روانہ کئے جاتے رہے۔

بسا اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم مستفتی کو کسی بڑے صحابی کی طرف روانہ فرمادیتے کہ جاؤ اس سے اس مسئلہ کا جواب لے لو۔کئی ایک مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس فتوی لینے کے لیے روانہ کیا۔یہ عمل دو وجہ سے ہوتا تھا۔ایک مصروفیت کی وجہ سے دوسرے صحابہ میں مفتیوں کی جماعت پیدا کرنا بھی مقصود ہوتا تھا۔اسی طرح خواتین سے متعلق بعض خصوصی مسائل جنہیں وہ مردوں سے پوچھتے ہوئے شرماتی تھیں۔

ان مسائل کے حل کے لیے وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کی طرف رجوع کرتی تھیں۔بلکہ امہات المومنین کے فرائض اور ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل تھی۔اس کا تذکرہ اللہ جل شانہ خود قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے۔

''واذکرّن مایتلی فی بیوتکن من ایٰت اللہ والحکمۃ''(۲)

ترجمہ:تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کا جو بیان ہوتا ہے اسے بیان کیا کرو۔اس میں زنانہ فتاوی اور عام فتاوی دونوں شامل ہیں کیونکہ بہت سے صحابہ اکرامؓ بھی امہات المومنین بالخصوص ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مسائل کا حل طلب کیا کرتے تھے۔

اسی طرح خواتین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بھی استدعا کی کہ ہمارے لیے ایک خاص دن مقرر فرمایا جائے' جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور خواتین کو وعظ ونصیحت کرنے کے لیے ایک خاص دن

معین فرمادیا۔جس کا تذکرہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف میں یوں کیا ہے۔

"عن ابی سعید الخدری قال قال النساء للنبی ﷺ غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک فوعدھن یوما لقیھن فوعظھن و امرھن"(۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مرد ہم سے سبقت لے گئے (علم حاصل کرنے میں) آپ ہمارے لیے ایک دن اپنی طرف سے متعین فرمادیں۔تو حضور ﷺ نے ان کے لیے ایک دن متعین فرمادیا۔آپ ان (عورتوں) سے ملے ان کو نصیحت کی اور حکم دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ تو مجتہدہ تھیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بھی اپنے دور خلافت میں اہم اور پیچیدہ مسائل کے بارے میں امہات المومنین سے بالعموم اور بالخصوص ام امومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے اپنے مبارک زمانہ میں بعض صحابہ کو مسند افتاء پر فائز کردیا تھا۔ان میں سے چند ایک مشہور صحابہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۲۔حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۳۔حضرت عثمان ذولنورین رضی اللہ عنہ

۴۔حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

۵۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

۶۔حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

۷۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

۸۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ

ان مجتہد صحابہ کے فتاوی کو نہ صرف سرکار دوعالم ﷺ پسند فرماتے، بلکہ آپ ان کے اجتہاد کی تعریف بھی فرماتے اور اجر وثواب کا وعدہ بھی فرماتے تھے۔(۴)

عہد رسالت کا پہلا مجموعہ فتاوی تو قرآن مجید ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ سے مترشح ہوتا ہے:

"ولا یاتونک بمثل الا جئنک بالحق و احسن تفسیرا".(۵)

اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا عنایت کر دیتے ہیں۔

صحابہ کے استفتاءات کے جوابات حضورﷺ قرآنی آیات سے دیتے تھے۔جن میں سے بہت سی آیات کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اور کبھی آپ الہام والقاء ربانی کی اساس پر اجتہاد کرتے ہوئے فتویٰ صادر فرماتے تھے۔(۶)

قرآن مجید کے بعد احادیث نبویﷺ کی صورت میں فتاوی ملتے ہیں لیکن چونکہ ذخیرہ حدیث امور فقہیہ وغیر فقہیہ مسئولہ وغیر مسئولہ پر محتوی ہے اس لیے جزوی طور پر اس میں فتاوی کا ذکر ملتا ہے۔بعد میں رفتہ رفتہ فتوی نویسی نے ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی۔(۷)

اسلامی قانون سازی کا پہلا دور (عہد رسالتﷺ) ابتدائے رسالت ۶۱۰ء بمطابق ۴۰ عام الفیل سے شروع ہوتا ہے اور آپﷺ کے وصال مبارک پر ختم ہوا۔(۸)

۲۔عہد صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم:

یہ عہد حضورﷺ کے وصال مبارک ۱۱ ہجری سے شروع ہو کر ۴۰ ہجری تک چلتا ہے۔اس دور کے مشہور ترین مفتی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ درج ذیل ہیں۔

۱۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۲۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۳۔حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

۴۔حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

۵۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

۶۔حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ

۷۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

۸۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

۹۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ان میں زیادہ تر فتاوی دینے والے صحابہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابت ہیں۔(۹)

☆کرر لاحول ولاقوۃ الا باللہ فانہا تشرح البال وتصلح الحال وتحمل بہا الانتقال وترضیہ ذا الجلال.☆

۳۔عہد صحابہ صغار تابعین:

یہ عہد حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت ۴۱ ہجری سے شروع ہوتا ہے اور دوسری صدی ہجری کے آغاز تک چلتا ہے۔(۱۰)

عہد صحابہ کبار اور عہد صحابہ صغار و تابعین کے بعض اہم مفتی درج ذیل ہیں۔

مفتیان مدینہ منورہ:

(۱)حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (۲)حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۳)حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (۴)حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

(۵)حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۶)حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ

(۷)حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ (۸)حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۹)حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ (۱۰)حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(۱۱)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۱۲)حضرت سعید بن المسیب المخزومی رضی اللہ عنہ

(۱۳)حضرت عروہ بن الزبیر بن العوام الاسدی رضی اللہ عنہ

(۱۴)حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ (۱۵)حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ

(۱۶)حضرت عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

مفتیان مکہ معظّمہ:

(۱)حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۲)حضرت مجاہد بن جبیر رضی اللہ عنہ

(۳)حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (۴)حضرت ابوالزبیر محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ

مفتیان کوفہ:

(۱)حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ (۲)حضرت مسروق بن الاجدع رضی اللہ عنہ

(۳)حضرت شریح بن الحارث رضی اللہ عنہ (۴)حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

(۵)حضرت عامر بن شرحبیل رضی اللہ عنہ

مفتیان شام:

(۱) حضرت عبدالرحمٰن بن الغنم الاسعری رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت رجاء بن حیوۃ الکندری رضی اللہ عنہ

مفتیان مصر:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت یذید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ

مفتیانِ یمن:

(۱) حضرت طاؤس بن کیسان الجندی رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت وہب بن منبہؒ الصنعانی رضی اللہ عنہ

۴۔عہدِ ائمہ مجتہدین:

یہ عہد دوسری صدی ہجری کی ابتداء سے چوتھی صدی ہجری کے نصف اول تک پھیلا ہوا ہے۔اس دور میں فقہاء کا ایک طویل سلسلہ ہے اُن علماء وفقہاء نے کتب فقہ مدون کیں۔کتب فتاوی مرتب کیں۔خالص فتاوی کے تحریری مواد کی تاریخ عہد صحابہؓ سے شروع ہوتی ہے۔تواریخ میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک شخص حضرت علیؓ کے فتاوی کا مجموعہ لے کر آیا۔آپ نے اسے پڑھا اوراس میں سے چند چیزوں کو برقرار رکھا باقی مٹادیا اورفرمایا کہ یہ حضرت علیؓ کا فتوی ہرگزنہیں ہوسکتا' یہ حضرت علیؓ کی طرف غلط منسوب ہے۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک تو یہ آپ (حضرت علیؓ) کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔دوسرا یہ کہ حضرات صحابہؓ کے دور میں تحریری فتاوی لکھے جاتے تھے۔

ابوالحسن البصری نے حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے فتووں کا ذکر کیا ہے۔(۱۱)

جوظاہر ہے کتابی صورت میں پانچویں صدی ہجری تک پائے جاتے تھے۔یہ چیز اس جانب مشیر ہے کہ یقیناً دیگر فقیہہ صحابہ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ حضرت معاذ بن جبلؓ وغیرہ نے بھی بہت سے فتوے دیے ہونگے اور جمع بھی ہوئے ہونگے۔

زمانہ تابعین میں سب سے زیادہ خدمت، فن فتاوی نویسی میں قاضی حضرات کرسکتے تھے کیونکہ ان کے پاس ہرروز مقدمے پیش ہوتے وہ اپنے فیصلوں کاانتخاب کرکے مکررات کوحذف کرکے وسیع ذخیرہ جمع کرتے تھے۔ایک ایسا مجموعہ قاضی امام ابویوسف کی طرف منسوب بھی ہے۔اسی طرح ان کے استاد بھائی امام محمد بن حسن شیبانی نے شہر''رقہ''میں قضاءت کے دوران میں جوفیصلے کئے اس کومدون کیا گیااور یہ کتاب''الرقیات''کے نام سے مشہور ہوئی۔مگرافسوس کہ آج یہ کتاب نادرالوجود ہے۔

سراج الامت فقیہہ اعظم حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی بعض صحابہؓ سے فتاوی طلب کئے ہیں۔جن سے فتاوی طلب کئے ان صحابہ کے اسمائے گرامی تاریخ وتذکرہ میں درج ذیل ہیں۔

(۱)حضرت انس رضی اللہ عنہ(م۔۹۳ھ)

(۲)حضرت عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ(م۔۸۷ھ)

(۳)حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ(م۔۸۵ھ)

(۴)حضرت سہل بن ساعدرضی اللہ عنہ(م۔۸۸ھ)

(۵)حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ(م۔۱۰۲ھ)

کتب فتاوی کی تاریخ عہدصحابہ وتابعین ہی سے شروع ہوتی ہے۔حاجی خلیفہ نے اپنی تالیف''کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون''میں اسمعیل پاشاالبغدادی نے اپنی تالیف''ہدیۃ العارفین آثارالموًلفین والمصنفین''میں اورحتی کہ بروکلمان نے تاریخ ادبیات عربی میں کتب فتاوی کامفصل ذکرکیاہے۔حتی کہ''بروکلمان''نے ۱۰۲کتب فتاوی کاتذکرہ کیاہے۔

تیسری اورچوتھی صدی کی مشہورکتب فتاوی درج ذیل ہیں۔

(۱)فتاوی ابی بکررضی اللہ عنہ (۲)فتاوی ابی القاسم رضی اللہ عنہ

(۳)فتاوی ابن قطان رضی اللہ عنہ (۴)فتاوی ابی اللیث رضی اللہ عنہ

(۵)فتاوی ابن الحدادرضی اللہ عنہ(۱۲)

اس دور میں سلطنت اسلامیہ اقتصادی وعلمی بلکہ ہرلحاظ سے ترقی کی اعلی منازل کوچھورہی تھی۔چنانچہ علم فقہ نے بھی خوب ترقی کی متعددفقہی مذاہب پیداہوئے۔جن میں بعض زوال پذیرہوگئے اورکچھ نے بتدریج اتنی ترقی کی کہ انہوں نے ہمیشہ کے لیے دائمی حیثیت حاصل کرلی۔ان میں اہل سنت کے مشہورچارمذاہب حنفی،مالکی،شافعی اورحنبلی نے خوب شہرت حاصل کی۔

۵۔دور تقلید:

پانچویں صدی ہجری دولت عباسیہ کے زوال کا زمانہ ہے۔اس دور میں علوم وفنون کی ترقی انحطاط کا شکار ہوگئی، دیگر علوم کے ساتھ علم فقہ کی ترقی میں بھی انجماد کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔فقہاء نے تدوین مذاہب پر اکتفاء کرنا شروع کر دیا اور اجتہاد کا معاملہ صرف مسائل فروعیہ تک محدود ہو کے رہ گیا اور فتاوی کا اجراء بھی اجتہاد کی بجائے تقلید کی بنیاد پر ہونے لگا۔درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر فتاوی میں مقلدانہ رجحان کو تقویت ملی۔

(۱) خلافت اسلامیہ کی وحدت کا خاتمہ

(۲) ائمہ کے متبعین و مقلدین میں گروہ بندی

(۳) نااہل لوگ اجتہاد کے مدعی بن بیٹھے

(۴) اہل افراد کے فتاوی کو محض حسد کی بنا پر رد کیا جانے لگا حتی کہ ان کے خلاف کفر کے فتاوی صادر کئے جانے لگے۔(۱۳)

طبقات خمسہ:

دور تقلید میں فتاوی دینے والے مفتیان کرام کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) مجتہدین فی المذاہب:

یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے امام کے فقہی مسلک کے اندر رہ کر بعض جزئی اور فروعی مسائل میں اپنے امام سے اختلاف کریں۔لیکن اس کے مسلک کے اصولوں سے انحراف نہ کریں۔جیسے احناف میں امام حسن بن زیادؒ مالکیہ میں امام عبدالرحمٰن ابن القاسم، شوافع میں یوسف بن یحی البویطی اور اسماعیل بن یحی المازنی۔(۱۴)

(۲) مجتہدین فی المسائل:

جب فروعیات و جزئیات کے بارے میں امام المذہب سے کچھ منقول نہ ہو تو یہ اپنے اپنے امام کے فقہی مسلک کے اصول پر مختلف مسائل میں فتوی دیتے تھے۔جیسے احناف میں امام احمد بن عمر الخصاف، امام ابو جعفر طحاوی اور امام ابوالحسن الکرخیؒ مالکیہ میں امام ابوالید الباجی اللخمی، قاضی ابوبکر ابن

العربی اورابن رشدوغیرہ شوافع میں امام ابواسحاق الاسفرائنی اورامام ابوحامدالغزالی رحمہم اللہ وغیرہ (۱۵)۔

(۳)اصحاب التخریج:

یہ اپنے مسلک کے مجمل احکام کی تفصیل اورکسی ابہام وغموض کی توضیح کرتے ہیں۔جیسے امام ابوبکرالجصاص الحنفی اس کی بہترین مثال ہیں۔(۱۶)

(۴)اصحاب الترجیح:

یہ لوگ اپنے مسلک کے مختلف ائمہ کے اختلافی اقوال میں سے کسی ایک قول کودلائل کی بنیاد پرقابل ترجیح قرار دیتے ہیں۔جیسے امام قدوریؒ اورصاحب ''ہدایہ'' امام مرغینانی وغیرہ(۱۷)

(۵)مقلدمحض:

ایسے علماء ومفتیان کرام جوفتوی دیتے وقت اپنے ائمہ کے اقوال وآراء سے باہرنہیں جاتے۔(۱۸)

فتاوی میں اختلاف کی نوعیت

عہدصحابہ میں بعض مسائل میں اختلاف رائے موجودتھا'تدوین فقہ کے زمانہ میں مجتہدین کے اختلاف رائے میں وسعت پیداہوگئی۔اس اختلاف کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱)سنت نبوی کی روایات پراعتماد کرنے میں کن اصول وضوابط کوپیش نظررکھاجائے اوراگران میں باہم تعارض ہوتوایک روایت کودوسری روایت پرترجیح کیسے دی جائے؟

(۲)اصحاب رسول ﷺ کے فتاوی اوراقوال کی حیثیت وتوجیہ میں مجتہدین میں اختلاف رونماہوا۔

(۳)قیاس کے قابل حجت ہونے کے بارے میں اختلاف مثلاقرآن وسنت اوراجماع کے بعدکیاقیاس کی بنیادپرفتوی دیاجاسکتاہے یانہیں۔اس اختلاف کے نتیجہ میں دوگروہ وجودمیں آئے۔

۱۔اصحاب حدیث ۲۔اصحاب رائے

اصحاب حدیث:

وہ لوگ جواحادیث نبوی ﷺ اوراقوال صحابہؓ کی بنیادپرفتوی دیتے تھے'ان میں علماء حجازکی اکثریت شامل تھی۔

اصحاب رائے:

وہ لوگ جو ضرورت پڑنے پر نصوص شرعیہ کی تشریح عقلی معنی ومفہوم کی روشنی میں کرنے پر زور دیتے تھے۔ان میں فقہاء عراق کی غالب اکثریت شامل تھی۔

اس اختلاف کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ فقہاء عراق احادیث پر اعتماد نہیں کرتے تھے یا فقہاء حجاز قیاس کی اہمیت سے انکاری تھے۔ بلکہ اس اختلاف کا پس منظر درحقیقت یہ ہے کہ فقہاء عراق نے جب اسلامی شریعت کے مقاصد کو بنظر غائر دیکھا تو معلوم ہوا کہ شریعت کی بنیاد عقل وحکمت اور فلاح واصلاح انسان کے لئے شرعی نصوص کی تشریح بھی وہ اسی بنیاد پر کرتے تھے۔دوسری جانب فقہاء حجاز نے احادیث نبوی اور صحابہ کے فتاوی کے علل واسباب پر توجہ نہ دی بلکہ ان کی حفاظت کا اہتمام کرنے پر زور دیا۔ فتاوی کے سلسلہ میں جزوی واقعات کو محض انفرادی واقعات سمجھ کر نصوص شرعیہ کی عقلی توجیہ وتشریحات سے اجتناب کیا۔

مزید برآں فقہاء عراق چونکہ مہبط وحی اور سرزمین اسلام سے دور تھے'اس لئے ان تک صحیح احادیث کی وافر مقدار نہ پہنچی تھی اور مبتدعین نے موضوع احادیث بھی پھیلا رکھی تھیں'جس کی وجہ سے عراقی فقہاء کو انتہائی احتیاط سے کام لینا پڑا۔اس کے برعکس فقہاء حجاز کے پاس احادیث کا وسیع ذخیرہ موجود تھا۔(۱۹)

پانچویں صدی ہجری کی مشہور کتب فتاوی:

۱۔فتاوی ابن الصباغ　　۲۔فتاوی الاسبیجابی　　۳۔فتاوی خواہرزادہ

۴۔فتاوی شمس الائمہ　　۵۔فتاوی الفضلی　　۶۔فتاوی الجندی

چھٹی صدی ہجری کی مشہور کتب فتاوی:

۱۔فتاوی ابن ابی عمرو　　۲۔فتاوی ابی الفضل　　۳۔فتاوی الارغیانی

۴۔فتاوی التمرتاشی　　۵۔فتاوی حسام الدین　　۶۔فتاوی الدیناری

۷۔فتاوی الرشید　　۸۔فتاوی سراجیہ　　۹۔فتاوی ظہیریہ

۱۰۔فتاوی قاضی خان　　۱۱۔فتاوی الکبری　　۱۲۔فتاوی نسفیہ

۱۳۔فتاوی واسطیہ ۱۴۔فتاوی شہاب الدین ۱۵۔فتاوی الصغری

ساتویں صدی ہجری کے مشہور فتاوی:

۱۔فتاوی ابن ابی الام ۲۔فتاوی ابن رزین ۳۔فتاوی ابن الصلاح

۴۔فتاوی ابن عبدالسلام ۵۔فتاوی ابن مالک ۶۔فتاوی صوفیہ

۷۔فتاوی العربیہ ۸۔فتاوی موہوب ۹۔فتاوی الوالوالجی

آٹھویں صدی ہجری کی مشہور کتب فتاوی:

۱۔فتاوی ابن عقیل ۲۔فتاوی ابن فرکاخ ۳۔فتاوی جلال الدین

۴۔فتاوی حنفیہ ۵۔فتاوی الزرکشی ۶۔فتاوی السبکی

۷۔فتاوی نووی ۸۔فتاوی طرسوسیہ

نویں صدی ہجری کی مشہور کتب فتاوی:

۱۔فتاوی ابن ابی شریف ۲۔فتاوی حنبلی زادہ ۳۔فتاوی قاسمیہ

دسویں صدی ہجری کی مشہور کتب فتاوی:

۱۔فتاوی ابن الشلبی ۲۔فتاوی ابی سعود ۳۔فتاوی زینیہ

۴۔فتاوی الشبلی ۵۔فتاوی عدلیہ

گیارھویں صدی ہجری و مابعد کی مشہور کتب فتاوی:

۱۔فتاوی رضائی ۲۔فتاوی شیخ الاسلام ۳۔فتاوی مجمع الانہر

۴۔جواہر الفتاوی ۵۔فتاوی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

۶۔فتاوی خیریہ لنفع البریہ ۷۔مغنی المستفتی عن سوال المفتی

۸۔عقود الدریہ فی تنقیح فتاوی الحامدیہ ۹۔فتاوی ابن تیمیہ ۱۰۔فتاوی برہنہ (۲۰)

فتاوی کی تاریخ میں خلافت عثمانیہ کے عہد میں ’’مجلۃ الاحکام العدلیہ‘‘ کی تدوین ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔جبکہ ۱۳۸۶ہجری میں مذاہب اربعہ کی تقلید سے ہٹ کر بعض مسائل میں ’’ابن شبرمہ‘‘ کے مسلک پر فتوی دیا گیا۔پھر ۱۹۲۹ء میں مصر میں تقلید کی ڈگر سے نکلنے کی کوشش ہوئی اور فیصلہ

ہوا کہ ''لوگوں کی مصالح مرسلہ اور ترقی پذیر اسلامی معاشرے کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جملہ فقہائے اسلام کے اقوال کو فتاویٰ کی بنیاد بنایا جائے''۔(۲۱)

پاکستان میں پہلی کوشش مفتی محمد شفیع کی ''الحیلۃ الناجزہ'' کی صورت میں نظر آتی ہے۔جس میں انہوں نے حنفی مسلک کے بجائے مالکی مسلک کی بنیاد پر ''مفقود الخبر'' کی بیوی کے نکاح کے بارے میں فتوی دیا۔(۲۲)

برصغیر پاک و ہند میں فتاوی نویسی

برصغیر میں مسلمانوں کی ابتدائی آمد کا پتہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے زمانہ سے چلتا ہے۔جب مسلمان پہلی دفعہ برصغیر میں وارد ہوئے۔پھر مسلمانوں کی مسلسل آمدورفت تجارتی قافلوں کی صورت میں برصغیر میں ہوتی رہی،اسی لیے کہا جاتا ہے کہ برصغیر میں ابتدائی طور پر اسلام عرب تاجروں کے ذریعہ سے متعارف ہوا۔

بنوامیہ کے دور میں حجاج بن یوسف جب عراق کا گورنر تھا۔۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کے سندھ پر حملہ آور ہونے کے بعد مسلمانوں کے کچھ خاندان ہندوستان کے جنوبی ساحلی علاقہ میں آ کر آباد ہوگئے۔بعد میں تجارت کو جوں جوں فروغ حاصل ہوتا رہا،اس علاقہ میں عرب تجار کی مستقل آبادیاں قائم ہوگئیں۔سندھ میں مسلمانوں کی فاتحانہ پیش قدمی نے انقلاب برپا کر دیا اور برصغیر کے علاقوں بہاولپور اور ملتان تک مسلمانوں کا اثر و رسوخ چوتھی صدی ہجری تک رہا۔

جب برصغیر میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں تو فتاوی نویسی کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ہر جگہ مساجد و مدارس میں موجود علماء کرام و مفتیان کرام فتوے دیا کرتے تھے۔بسا اوقات غیر مسلم بھی شریعت اسلامیہ کے بارے میں استفسارات کرتے تھے۔ایسے سوالات ''عجائب الہند'' میں نظر آتے ہیں۔''عجائب الہند'' کے مصنف نے ایک عرب جہازران ''محمد حسن'' کی زبانی تیسری صدی ہجری کا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

''میں ۲۸۸ء میں منصورہ میں تھا،وہاں مجھ سے مستند بزرگوں نے بیان کیا کہ ''الراء'' کے راجہ جو ہندوستان کا ایک بڑا راجہ تھا۔جس کی حکومت کشمیر بالا اور کشمیر زیرین کے بیچ میں تھی اور جس کا نام مہروک بن رائق تھا نے ۲۷۰ء میں منصورہ کے بادشاہ عبداللہ کو لکھا کہ اسلام کی شریعت کا کچھ حال بہ

زبان ہندیہ اس کو بتایئے"۔(۲۳)

چنانچہ ایک عراقی الاصل سندھی عالم نے اس استفتاء کا جواب لکھا جو ایک منظوم نظم کی صورت میں تھا۔

برصغیر کے مسلمان حکمرانوں اور امراء کی فقہ سے دلچسپی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بہت سے بادشاہوں نے اس فن میں تصانیف بھی یادگار چھوڑیں ہیں۔سلطان محمود غزنوی فقہ اسلامی کا زبردست عالم تھا۔فقہ اسلامی کے فن میں اس کی کتاب "التفرید فی الفروع" نے بلاد غزنہ میں بہت مقبولیت حاصل کی۔اس میں شافعی مسلک کے مطابق بکثرت مسائل کا تذکرہ ملتا ہے۔وقت کے مشہور فقیہ اور امام مسعود بن شیبہ کا سلطانی نسخہ سے اس کی نقل تیار کرنا اس کی فنی حیثیت کو اور بھی مضبوط بنا رہا ہے۔(۲۴)

ہندوستان کے عظیم فرمانروا ظہیرالدین بابر نے بھی اصول مذاہب پر ایک کتاب لکھی تھی۔(۲۵) خوندمیر نے شہنشاہ ہمایوں کے ایماء پر قانون ہمایوں کے نام سے کتاب یادگار چھوڑی ہے۔(۲۶)

برصغیر کی ممتاز کتب فتاوی کی تدوین بھی مسلمان بادشاہوں اور امراء کی خصوصی دلچسپی سے ممکن ہو سکی۔کتب فتاوی کے نام بھی اس دلچسپی کو ظاہر کر رہے ہیں ان میں چند ایک مشہور کتب فتاوی یہ ہیں۔

۱۔فتاوی فیروز شاہی ۲۔فتاوی ابراہیم شاہی
۳۔فتاوی اکبر شاہی ۴۔فتاوی عادل شاہی
۵۔فتاوی تاتارخانی ۶۔فتاوی عالمگیری

فیروز شاہ کو فقہ اسلامی سے بڑی دلچسپی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ حکومت احکام شرعیہ کے مطابق چلائی جائے چنانچہ اس کے حکم سے فتاوی فیروز شاہی مرتب کی گئی۔فتاوی فیروز شاہی مولانا محمد یعقوب مظفر کرمانی نے زبان عربی میں لکھی تھی۔ان کے انتقال کے بعد سلطان فیروز شاہ نے مزید اضافوں کے ساتھ اسے دوبارہ مرتب کروایا اور اس کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی کروایا۔(۲۷)

اس فتاوی کے قلمی نسخے آج بھی درج ذیل قابل قدر اور مشہور لائبریریوں میں موجود ہیں۔

۱۔انڈیا آفس لائبریری (لندن)
۲۔ایشیاٹک سوسائٹی (بنگال کلکتہ)
۳۔مولانا آزاد لائبریری (علی گڑھ)

سلطان ابراہیم شرقی کے عہد (۱۴۰۲ء تا ۱۴۴۰ء) میں فتاوی ابراہیم شاہی مرتب کیا گیا۔(۲۸) ''عتیق اللہ بن اسماعیل بن شیخ قاسم نے فتاوی اکبرشاہی لکھی۔اس کا قلمی نسخہ حیدرآباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ میں آج بھی موجود ہے۔فتاوی عادل شاہی بھی مشہور فتاوی میں شمار ہوتا ہے۔

سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں امیر تاتارخان نے بہت سے علمی کارنامے سرانجام دیئے اس نے علماء کی مجلس مشاورت سے تفسیر تاتارخانی تالیف کروائی اور پھر فقہ کے میدان میں فتاوی تاتارخانی مرتب کروایا' کتب خانہ تاتارخان کو اس مقصد کے لئے وقف کردیا گیا تھا۔اس کتب خانہ کے انچارج عالم بن علاء تھے۔(۲۹)

اورنگ زیب عالمگیر جیسا جید عالم اور متقی بادشاہ ہندوستان کی تاریخ میں اور کوئی نظر نہیں آتا۔فتاوی کے سلسلہ میں سب سے اہم کام فتاوی عالمگیری کی تیاری میں انہوں نے خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے فتاوی عالمگیری کو مرتب کرنے کا حکم دیا اور اس کے لیے ہر قسم کے وسائل بہم پہنچائے۔چنانچہ آٹھ سال کی طویل مدت میں فتاوی عالمگیری پایہ تکمیل کو پہنچ سکی اس دور میں اس پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے۔

فتاوی عالمگیری کے منصوبہ کی نگرانی شیخ نظام برہان پوری کے سپرد کی گئی دارالحکومت دہلی کے بلند پایہ علماء کرام اور فقہاء کے علاوہ دور دراز سے علماء کی ایک بہت بڑی تعداد کو جمع کیا گیا۔(۳۰) ایک اندازے کے مطابق اس کار خیر میں پچاس سے زائد علماء مختص کر دیئے گئے تھے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم اور ملا حامد بھی ان علماء میں شمار ہوتے ہیں۔(۳۱)

ابتداء فتاوی عالمگیری عربی زبان میں لکھی گئی تھی۔بعد میں اورنگ زیب عالمگیر نے مولانا چلپی عبداللہ رومیؒ سے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کروایا۔مولانا چلپی روم سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔(۳۲)

فتاوی عالمگیری کو عرب وعجم میں شہرت دوام حاصل ہوئی۔مصر سے بھی اس فتاوی کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ہندوستان میں اس فتاوی کا اردو زبان میں ترجمہ مولانا امیر علی لکھنویؒ نے کیا اور یہ ترجمہ فتاوی ہندیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

شاہی سرپرستی میں فتاوی کے میدان میں ہونے والے کام کی یہ ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی' اس کے علاوہ خانہ نشین علماء کرام اور فقہاء کے مجموعہ ہائے فتاوی ہر علاقہ اور شہر میں کثرت سے ملیں گے

کیوں کہ استفاءات کی ضرورت تو ہر علاقہ اور شہر میں ہوتی ہے' جہاں مسلمان آباد ہوں۔

برصغیر میں اردو فتاوی نویسی:

جب تک برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت رہی' اس وقت برصغیر میں عدالتی نظام میں قانون وقت اور قانون شریعت کو عمل دخل رہا اور عدالتوں میں قانون وقت اور قانون شریعت کے مطابق مقدمات کے فیصلے ہوتے رہے' یہی وجہ ہے کہ نجی فتاوی اس دور کے نظر نہیں آتے بلکہ شاہی سرپرستی میں فتاوی زیادہ مرتب ہوئے۔

نجی فتووں کا زمانہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے کچھ قبل سے شروع ہوتا ہے' جب مسلمان دور غلامی کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ اس دور میں مختلف زبانوں میں بالعموم اور اردو زبان میں بالخصوص فتوی نویسی نے زور پکڑا کیونکہ پہلے کی نسبت اب ہر معاملہ میں مسلمانوں کا رخ علماء کرام اور مفتیان عظام کی طرف ہو گیا تھا۔ اس دور انحطاط میں بھی علماء کرام وفقہاء عظام نے قوم کی ہر معاملہ میں راہنمائی کی اور فتاوی کی صورت میں لوگوں کو اسلام کی دعوت حقہ سے روشناس کرائے رکھا۔

بیسویں صدی کے اردو فتاوی فی الحقیقت تو لاکھوں کی تعداد میں تھے' لیکن اکثر مفتیان کرام کے فتاوی محفوظ نہ رہ سکے' کیونکہ اس دور میں بہت کم لوگ ایسے تھے جو اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوں۔ عصر حاضر میں بھی تقریبا ہر بڑے مدرسہ میں دارالافتاء قائم ہے۔ جہاں روزانہ درجنوں استفتاء آتے ہیں اور دارالافتاء کی طرف سے باقاعدہ جوابی فتاوی لکھے جاتے ہیں۔ لیکن آج تک بھی بہت سے دارالافتاءات ان کے چھپوانے کا اہتمام نہیں کر سکے۔ مالی مشکلات اس راہ میں بہت زیادہ حائل ہیں۔ باوجود اس کے' جن علماء کرام ومفتیان عظام کے فتاوی کتابی صورت میں سامنے آئے ہیں۔ ان کی بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے' جن کا تذکرہ حسب ذیل کیا جاتا ہے۔ جس سے اس بات کا اندازہ ہو سکے گا کہ اردو زبان میں اس فن میں کس قدر سرمایہ موجود ہے۔

کتب اردو فتاوی:

۱۔ احمد حسین خان' فتاوی محبوبیہ' مطبوعہ دہلی' ۱۳۱۶ھ۔

۲۔ احمد رضا خان' فتاوی رضویہ جدید' مطبوعہ لاہور' ۱۴۲۳ھ۔

۳۔ احمد رضا خان' احکام شریعت' مطبوعہ لاہور'

۴۔احمد رضا خان٬ عرفان شریعت٬ مطبوعہ لاہور٬

۵۔ثناء اللہ امرتسری مفتی٬ فتاوی ثنائیہ۔

۶۔احمد یار خان نعیمی٬ فتاوی نعیمیہ مطبوعہ٬ لاہور۔

۷۔ارشاد حسین رام پوری٬ فتاوی ارشادیہ٬ مطبوعہ ۱۹۰۰۔

۸۔اشرف علی تھانوی٬ امداد الفتاوی٬ مطبوعہ کراچی۔

۹۔اصغر حسین٬ فتاوی محمدیہ۔

۱۰۔اعزاز علی٬ مفتی٬ اعتزار الفتاوی قلمی۔

۱۱۔امجد علی٬ امجد علی اعظمی٬ بہار شریعت٬ مطبوعہ٬ مولانا٬ فتاوی امجدیہ٬ لاہور۔

۱۲۔امداد علی٬ ڈپٹی٬ امداد الفتاوی٬ مطبوعہ آگرہ۔۱۸۷۰ء۔

۱۳۔امیر الدین گوپاموی٬ فتاوی امیریہ (قلمی) ۱۸۵۰ء۔

۱۴۔امیر علی لکھنوی٬ فتاوی ہندیہ (اردو ترجمہ فتاوی عالمگیری) مطبوعہ لکھنو٬ ۱۹۳۲ء۔

۱۵۔برکت علی فرنگی محل٬ اردو ترجمہ فتاوی مولانا عبدالحی لکھنوی (قلمی) ۱۹۴۵ء

۱۶۔جامعہ خیر المدارس٬ خیر الفتاوی٬ مطبوعہ ملتان۔

۱۷۔جلال الدین امجدی٬ فتاوی برکاتیہ٬ انڈیا٬ ۱۹۹۸ء۔

۱۸۔جلال الدین امجدی٬ فتاوی فیض الرسول٬ لاہور٬ ۱۹۹۸ء۔

۱۹۔رحیم الدین٬ فتاوی صدارت العالیہ حیدر آباد دکن٬ مطبوعہ حیدر آباد دکن٬ ۱۹۵۴ء۔

۲۰۔رشید احمد گنگوہی مولانا٬ فتاوی رشیدیہ۔

۲۱۔رکن الدین٬ مفتی٬ فتاوی نظامیہ٬ مطبوعہ حیدر آباد دکن۔

۲۲۔زاہد القادری مولانا٬ فتاوی آستانہ٬ مطبوعہ دہلی٬ ۱۹۵۴ء۔

۲۳۔صدیق حسن خان٬ نواب٬ مجموعہ فتاوی٬ مطبوعہ آگرہ٬ ۱۳۰۷ء۔

۲۴۔ظفر احمد٬ مولانا٬ امداد الاحکام٬ قلمی۔

۲۵۔عابد علی کسمنڈوی٬ مجموعۃ الفتاوی مولانا عبدالحی٬ مطبوعہ آگرہ٬ ۱۳۰۷ء۔

۲۶۔عبدالباری فرنگی محلی٬ فتاوی قیام الملۃ والدین٬ مطبوعہ لکھنو۔

۲۷۔عبدالحفیظ٬ مفتی٬ مجموعہ فتاوی (قلمی)

۲۸۔عبدالحق،مولانا،فتاوی حقانیہ،دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔
۲۹۔عبدالرحمٰن میر،فتاوی علماء اہلسنت والجماعۃ،مطبوعہ دت پرشاد پریس۔
۳۰۔عبدالرحیم لاجپوری،فتاوی رحیمیہ۔
۳۱۔عبدالرزاق مکی حیدرآباد،فتاوی السنۃ،بریلی،۱۳۱۴ھ۔
۳۲۔عبدالعزیز مولانا،فتاوی عزیرالمکرّم،قلمی۔
۳۳۔عبدالغفار لکھنوی مولانا،فتاوی بے نظیر،۱۲۹۰ء۔
۳۴۔عبدالفتاح مفتی،جامع الفتاوی،۱۳۰۳ء۔
۳۵۔عبدالقدوس شاہ،شرح الفتوی،۱۲۹۰ء
۳۶۔عبدالقیوم،مفتی،نہراروی،منہاج الفتاوی،لاہور،۱۹۹۹ء۔
۳۷۔عبدالکریم مولانا،امدادالمسائل (قلمی)
۳۸۔عبدالواحد سیوستانی،فتاوی واحدی،مطبوعہ لاہور،۱۳۴۶ء۔
۳۹۔کفایت اللہ دہلوی،کفایت المفتی،
۴۰۔محمد حامد رضا خان،فتاوی حامدیہ،مطبوعہ لاہور۔
۴۱۔محمد شفیع،مفتی،امدادالمفتین،مطبوعہ کراچی،۱۹۶۶ء
۴۲۔محمد قاسم مولانا،فتاوی قاسمیہ،مطبوعہ لاہور،۱۳۵۳ء۔
۴۳۔محمد مسعود شاہ،مولانا،فتاوی مسعودی (قلمی) ۱۲۹۷ھ تا ۱۳۰۴ء۔
۴۴۔محمد مظہر اللہ،مفتی،فتاوی مظہری،مطبوعہ،کراچی۔
۴۵۔محمد نوراللہ،نعیمی،فتاوی نوریہ،مطبوعیہ اوکاڑہ،۱۹۹۵ء۔
۴۶۔مودودی،ابوالاعلیٰ،رسائل ومسائل،مطبوعہ لاہور۔
۴۷۔مرادخان،اردوترجمہ فتاوی عزیزی،۱۳۱۲ء۔
۴۸۔منیب الرحمٰن،مفتی،تفہیم المسائل،کراچی،۲۰۰۱ء۔
۴۹۔مہرعلی شاہ گولڑوی،فتاوی مہریہ۔
۵۰۔نذیر حسین دہلوی،فتاوی نذیریہ،مطبوعہ دہلی۔
۵۱۔نظام الدین اعظمی،نظام الفتاوی

۵۲۔نظام الدین حنفی، فتاوی نظامیہ، مطبوعہ لاہور۔۱۹۲۰ء۔

۵۳۔نواب علی و عبدالجلیل، اردو ترجمہ فتاوی عزیزی، حیدرآباد دکن، ۱۳۱۳ھ۔

برصغیر پاک و ہند میں بکثرت ایسے علماء کرام بھی ہیں۔ جو ساری زندگی فتوی دیتے رہے، لیکن ان کے فتاوی یا تو جمع نہ ہو سکے یا ابھی تک منظر عام پر نہیں آ سکے۔

....

حواشی وحوالہ جات

۱۔الخضری، محمد، علامہ، تاریخ التشریع الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ، مصر، ۱۹۶۵ء اردو ترجمہ، مطبوعہ اعظم گڑھ، انڈیا ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء، ص ۲۔

۲۔الاحزاب ۳۳: ۳۴۔

۳۔الجامع الصحیح للبخاری، کتاب العلم، باب ۷۷۔

۴۔الخلاف، عبدالوہاب، خلاصۃ التاریخ التشریع الاسلامی مطبوعہ کویت، ۱۹۶۸ء، ص ۵، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۱۵/۱۱۔۱۶۔

۵۔الفرقان: ۲۵/۳۳۔

۶۔خلاصۃ التاریخ التشریع الاسلامی، ص ۹۰: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۵/۱۱۔۱۶۔

۷۔فتاوی مظہری، ۱/۴۹۔

۸۔صبحی محمصانی، ڈاکٹر، فلسفۃ التشریع فی الاسلام، ص ۲۰۔

۹۔ندوی، محمد حنیف، مسئلہ اجتہاد، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص ۱۳۱۔

۱۰۔تاریخ التشریع الاسلامی، ص ۱۳۱۔

۱۱۔البصری، ابوالحسین، المعتمد فی اصول الفقہ، ۲/۷۷۹۔۷۳۰۔

۱۲۔حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ۲/۲۱۸۔۲۳۰۔

۱۳۔تاریخ التشریع الاسلامی، ص ۲۳۸۔

۱۴۔جونپوری، عبدالاول، مفید المفتی مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۲۶ھ، ص ۶۲: تاریخ التشریع الاسلامی، ص ۱۳۵، ۲۴۳، ۲۸۵۔

☆ تفکر فیمن سبقوک فی مسیر الحیاۃ ممن عزل وحبس وقتل وامتحن وابتلیی ونکب وصودر۔ ☆

۱۵۔التاریخ التشریع الاسلامی،ص ۲۳۸،۲۰۰،۳۵۷۔
۱۶۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ،۱۵/۱۶: مفید المفتی،ص ۶۳۔
۱۷۔مفید المفتی،ص ۶۳،خلاصۃ التاریخ التشریع الاسلامی،ص ۱۰۱۔
۱۸۔ایضاً۔
۱۹۔التاریخ التشریع الاسلامی،ص ۱۷۴: خلاصۃ التاریخ التشریع الاسلامی،ص ۷۵۔۷۸۔
۲۰۔کشف الظنون،جلد ۲،ص ۱۲۱۸ تا ۱۲۳۰۔
۲۱۔خلاصۃ التاریخ التشریع الاسلامی،ص ۱۰۳۔
۲۲۔عثمانی،محمد شفیع،مفتی،الحیلۃ الناجزۃ،مطبوعہ کراچی۔
۲۳۔بزرگ بن شہریار،عجائب الہند،مطبوعہ لیڈن،۱۸۸۶،بحوالہ ''ہندوستان عربوں کی نظر میں''،مطبوعہ اعظم گڑھ،۱۹۶۷ء،ص ۱۹۳ تا ۱۹۴۔
۲۴۔الجواہر المضیۃ،۲/۱۵۷: نزہۃ الخواطر،۱/۹۵۔
۲۵۔نوشہ علی،سید،مسلمانان ہندوستان پاکستان کی تاریخ تعلیم،مطبوعہ کراچی،۱۹۶۲ء،ص ۱۷۴۔
۲۶۔ابوالفضل،اکبر نامہ،ص ۱۷۶۔
۲۷۔معین الحق،معاشرتی وعلمی تاریخ،مطبوعہ کراچی،۱۹۶۵ء،ص ۱۰۷،۴۰۴۔
۲۸۔نوشہ علی،مسلمانان ہندو پاکستان کی تاریخ تعلیم،مطبوعہ کراچی،۱۹۶۲ء،ص ۴۷۔
۲۹۔عبدالحی،نزہۃ الخواطر،۲/۱۸۔۱۹: گیلانی ،مناظر احسن،مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت ،حصہ ۱،ص ۳۸۰۔
۳۰۔محمد کاظم،عالمگیر نامہ،ص ۱۸۷،صباح الدین،بزم تیموریہ،ص ۳۳۸۔
۳۱۔دہلوی،شاہ ولی اللہ محدث،انفاس العارفین،ص ۶۹۔
۳۲۔معاشرتی وعلمی تاریخ،ص ۴۰۷۔